THE ALHAKAM QADIAN رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعود علیہ السلام)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دورِ جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر

بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

چندہ سالانہ

والیان ریاست سے ما ر
حکام و امراء سے صہ ر
معاونین سے عہ ر
عوام سے صمہ ر
ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
ہر انگریزی ماہ کی
۷ ، ۱۴ ، ۲۱ ، ۲۸ ؍
تاریخ کو
خدا کے فضل اور رحم
کیساتھ شائع ہوتا ہے

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی
تراب احمدی عرفانی

فی پرچہ دو آنہ

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد مجاہد
(مصری) عرفانی

جلد ۳۷ | ۲۱ ؍ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۴ ؍ ذوالحجہ ۱۳۵۲ھ یوم چہار شنبہ | نمبر ۱۰

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مجھے یہ معلوم کرکے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم کو جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود کے آخری زمانہ میں آسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اَللّٰهُمَّ آمین۔

خاکسار

محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ)

(۷ ؍ جنوری ۳۴ء)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

الحمدللہ میں اب پہلے کی نسبت تندرست ہوں۔ صرف پیشاب کے بار بار آنے اور ضعف و ناتوانی کی شکایت ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل کا امیدوار ہوں۔ اور اپنے مخلص دوستوں کی دعاؤں کے لئے شکرگذار۔

مکرمی چودھری ظفراللہ خان صاحب نے الحکم کے لئے ایک خریدار بھیجا ہے۔ اس کا تذکرہ میں صرف اس لئے کرتا ہوں کہ چودھری صاحب جیسے عدیم الفرصت انسان کو بھی اپنے الحکم کے لئے اسقدر خیال ہے۔ اگر دوسرے احباب بھی توجہ فرماویں تو الحکم کی اشاعت جلد سے جلد ایک ہزار ہو جاوے۔

اخوند محمد افضل خان صاحب الحکم کے پرانے معاونین میں سے ہیں۔ اور مجھے تعجب تھا کہ وہ اس مرتبہ ابھی تک کیوں خاموش ہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ اپنی علالت کی وجہ سے معذور رہے۔ اور اب انھوں نے الحکم کے خریدار بھیجنے شروع کر دیئے ہیں۔

سلسلہ کے فدائیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سابقون الاولون دوستوں میں منشی ہاشم علی صاحب سنوری تھے۔ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے سالانہ جلسہ کے لئے اجناس کی تحریک کی۔ ابتدا نمک کے اخراجات دے کر کی تھی۔ وہ الحکم کے سرپرستوں میں تھے باوجود ایک تھوڑی آمدنی کے بھی اس کی اعانت کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کے مدارج بلند کرے۔ آپ کے صاحبزادے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل مانہ نے بھی الحکم کی اعانت میں باپ کے نقش قدم پر چلنے کا بھی اظہار کیا ہے۔ خود خریدار ہونے کے علاوہ ایک خریدار بھی دیا ہے۔

لاہور اور امرتسر کی جماعتیں الحکم کے متعلق ابھی تک سردمہری سے کام لے رہی ہیں۔ لاہور جیسے بڑے شہر میں چار پانچ پرچے کچھ چیز نہیں۔ اور امرتسر میں تو ابھی تک ایک بھی نہیں۔ تبلیغی سکرٹری صاحبان توجہ کریں۔

خاص نمبر

الحکم کا خاص نمبر جو میں ۲۶ رمئی ۱۹۳۴ء کو شائع کرنا چاہتا ہوں اس کی تعداد کے پورا کرنے کی طرف بھی ابھی تک توجہ نہیں ہوئی۔ بہت ممکن ہے کہ بعض سرپرستان الحکم یہ سمجھتے ہوں کہ اس تعداد کو جو کم از کم پانچہزار ہوگی پورا کر دیا جائے شملہ۔ پشاور۔ حیدرآباد دکن۔ سکندرآباد۔ کلکتہ دہلی۔ لاہور۔ امرتسر۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ گجرات۔ راولپنڈی۔ فیروزپور۔ قصور کی جماعتوں کو خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد اپنے آرڈر بھیجکر اس نمبر کو کامیاب بناویں۔

ایک اور دوست نے چار خریدار بھیجے ہیں۔ اور وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اور بھی دوستوں کو الحکم کی خریداری کے لئے آمادہ کریں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ

الحکم ہر احمدی کے گھر میں ہونا چاہیئے!

الحکم

مکرمی قریشی محمد صادق شبنمؔ سلسلہ کے مخلص اور اشاعت و تبلیغ سلسلہ کے لئے اپنے سینہ میں جوش رکھنے والے نوجوانوں میں سے ہیں۔ وہ گریجوایٹ ہیں۔ الحکم اور اس کے ایڈیٹر (مدیر) سے ان کی للّہی محبت ہے۔ مندرجہ ذیل نظم اسی جوش اور اخلاص کا نتیجہ ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزا (عرفانی)

الحکم آں بازوے عیسےٰ ما الحکم آں طبیب جاں افزائے ما
الحکم آں رونق بازار ما الحکم آں آردی گلزار ما
الحکم آں محمل لیلےٰ ما الحکم آں ناقۂ صحرائے ما
باز رخلتش درکشید اندر حرم باز بنمودہ ممبد انش علم
مثل قند است بربط اسرار او حق پسند است زرچاپ گفتار او
موجزن اندر برش صد بحر نور ذرہ اش از نور حق معراج طور
ارجمند از اشک عرفانی سرش تا بلا راز گوہر او افسرش
بلبل باغ کہن بر شاخ گل مے سراید قلقل مینائے قل
اے خدا ایں میکدہ پائندہ باد
وز فروغ نور حق تابندہ باد

شبنم سرحدی بی۔اے

الحکم مفت

گذشتہ ہفتہ چودھری عبداللہ خان صاحب کی طرف سے ایک پرچہ مفت جاری کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ وہ پرچہ ایک ایسے بزرگ احمدی کے نام جاری کیا جائے گا جو حضرت مسیح موعود کے پرانے مخلصین میں سے ہیں انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کے ترقی مدارج کیلئے ہمیشہ دعا کرتے رہا کریں گے۔

لہٰذا اور کوئی صاحب اسکے لئے درخواست نہ کریں۔

اسی سلسلہ میں میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دفتر الحکم میں بعض ایسے دوستوں کی درخواستیں آتی رہتی ہیں جو الحکم کے شیدائی ہیں۔ مگر اپنی کم بضاعتی کی وجہ سے خرید نہیں سکتے۔ اگر احباب ایصال ثواب کے لئے اس طریق عمل پر اخبار مفت جاری کرا دیا کریں تو ایک قسم کا صدقہ جاریہ ہوگا۔

یاددہانی

جن احباب نے مجلس مشاورت پر الحکم کی قیمت ادا کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ ازراہِ کرم اسے کو یاد رکھیں۔ الحکم کی اس ابتدائی حالت میں اسکی مالی اعانت اس کو مضبوط اور دلچسپ بنانے کے لئے ازبس ضروری ہے۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم کی اشاعت اگر پوری ایک ہزار ہو جاوے تو فوراً اسے ۱۶ صفحہ کا کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز اور اس کی دلچسپی بڑھ جائے گی۔

خاص نمبر
کی اشاعت کیلئے
اپنا فرض پورا کیجئے

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

التماس

میں بارہا احباب سے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ و سوانح کے متعلق اگر کوئی واقعہ کسی کو معلوم ہو تو وہ لکھ کر دفتر الحکم میں بھیجدے تاکہ وہ شائع ہو جاوے۔ اسمیں غفلت ایک گناہ ہے (عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں چند منٹ

میں چاہتا ہوں کہ آج احباب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں چند منٹ کے لئے لے جاؤں۔ آپ گھر کے اندر ہوں یا باہر تشریف فرما ہوں آپ کی نشستگاہ ہر قسم کے تکلف اور مسند و تکیہ سے خالی ہوتی۔ باہر کی آپ کی نشست گاہ مسجد ہی ہوتی تھی۔ اور مسجد کے فرش پر سب کے سب بلا امتیاز بیٹھے ہوتے۔ حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبد الکریم رضی اللہ عنہ نے اس کا بہترین نقشہ کھینچا ہے۔ میں آپ کے بیان کو اسلئے بھی درج کرتا ہوں کہ احباب ان گذرے ہوئے محسنین کے لئے اپنے دلوں میں محبت اور دعا کی تحریک پیدا کریں۔

حضرت مخدوم الملۃ فرماتے ہیں:—

”آپ کے مزاج میں تواضع اور انکسار اور ہضم نفس اسقدر ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ زمین پر آپ بیٹھے ہوں اور لوگ فرش پر یا اونچے بیٹھے ہوں۔ آپ کا قلب مبارک ان باتوں کو محسوس ہی نہیں کرتا۔“

(میں نے بارہا دیکھا کہ لاہور یا کسی دوسری جگہ سے بعض اوقات احباب آگئے۔ یا حضور نے خود کسی موقعہ پر اندر بلا لیا۔ اسوقت جو جہاں بیٹھ گیا۔ بیٹھ گیا۔ اور آپ سب کو بٹھانے کے لئے خود کھڑے ہوتے۔ اور بعض اوقات آپ کو زمین پر اور خدام کو چارپائی پر بیٹھنے کا موقعہ ملتا۔ یا آپ پائینتی کی طرف اور خدام سرہانے کی طرف۔ اور اگر کوئی مضائقہ کرتا اور سوء ادب سمجھتا تو آپ فرما دیتے کہ میں جو کہتا ہوں الامر فوق الادب بھی سنا دیتے۔ عرفانی)

باہر مسجد میں آپ کی نشست گاہ کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی۔ ایک اجنبی آپ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔ آپ ہمیشہ دائیں صف میں مسجد کے کونے میں اسطرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔

(سچ ہے آپ کو ایک ہی فکر تھی ؎

این دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں۔ (عرفانی)

میں اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں۔ اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں۔ بسا اوقات ایک اجنبی جو ہمارے شوق کے اندر داخل ہوا ہے اور سیدھا میری ہی طرف آیا ہے۔ اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اس حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپ کو خصوصاً مجھ ہی سے پیار ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے بے تکلفی سے عرض کرتا ہے۔ گھنٹوں کوئی اپنی داستان شروع رکھتا۔ اور وہ کیسی ہی بے سروپا کیوں نہ ہو۔ آپ پوری توجہ سے سنتے جاتے ہیں بسا اوقات حاضرین اپنی بساط قلب و وسعت حوصلہ کے موافق سنتے سنتے اکتا گئے ہیں۔ انگڑائیاں اور جمائیاں لینے لگ گئے ہیں۔ مگر حضرت کی کسی حرکت نے ایک لحظہ کے لئے بھی ملال کا نشان ظاہر نہیں کیا

آپکی مجلس کا یہ رنگ نہیں کہ آپ سرنگوں اور متفکر بیٹھے ہوں۔ اور حاضرین آپکے سامنے حلقہ کئے ہوئے بیٹھے ہوں جیسے دیواروں کی تصویریں ہیں۔ بلکہ وقت کے مطابق آپ تقریریں کرتے ہیں۔ اور کبھی کسی مذہب باطلہ کی تردید میں بڑے زور و شور سے تقریر فرماتے ہیں۔ گویا اسوقت آپ ایک عظیم الشان لشکر پر حملہ کر رہے ہیں۔ اور ایک اجنبی ایسا خیال کرتا ہے کہ

ایک جنگ ہو رہی ہے

آپ کی مجلس کا رنگ ہو بہو نبوت کا (علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) رنگ ہے۔ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہی آپ کی انجمن تھی۔ اور وہی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی جگہ تھی۔“

اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:—

ایکدفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خو کردہ تھا ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ آپ سے کہا کہ:—

آپ کی مسجد میں ادب نہیں

لوگ بے محابا آپ سے بات چیت کرتے ہیں آپنے فرمایا۔ ”میرا یہ مسلک نہیں کہ میں اسقدر تند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے اسطرح ڈریں جیسے درندے سے ڈرتے ہیں۔ اور میں بت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔ میں تو بت پرستی کو رد کرنے کو آیا ہوں۔ نہ یہ کہ میں خود بت بنوں۔ اللہ تعالے بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک ایک متکبر سے زیادہ بت پرست اور خبیث کوئی نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ اپنی پرستش کرتا ہے۔“

حضرت اقدس کی مجلس میں جیسا کہ بیان ہوا چونکہ کوئی خاص امتیاز نہ ہوتا تھا۔ اسلئے بعض اوقات ایک اجنبی کو کسی دوسرے شخص پر جو کسی قدر نمایاں حالت میں بیٹھا ہو آپکی شخصیت کا گمان ہوتا تھا۔ ایسے موقع پر حضرت کو کبھی یہ احساس بھی نہ ہوتا تھا۔ ایکمرتبہ حضرت اقدس ڈیرہ بابا نانک چولہ صاحب دیکھنے کے لئے گئے تو ایسا ہی واقعہ پیش آیا حضرت صاحب تشریف فرما تھے اور مولوی محمد احسن صاحب ساتھ تھے۔ وہ ایسے موقعوں پر ایک خاص وضع سے سر پر رومال رکھا کرتے تھے کہ کانوں پر دونوں طرف لٹکتا رہتا تھا۔ اور ایک خاص قسم کی ہیئت کذائی پیدا ہو جاتی تھی۔ اسلئے جب کچھ لوگ حضرت کی زیارت کے لئے آئے تو ان میں سے بعض کو

مولوی سید محمد احسن صاحب پر یہ گمان ہوا

کہ آپ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ مگر معاً ان کی غلط فہمی رفع ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس بھی چونکہ ایسی ہی سادہ اور بے تکلف ہوتی تھی کبھی کبھی اس میں آنیوالوں کو اس قسم کا اشتباہ ہو جاتا تھا۔ غرض حضور کی مجلس ایک بے تکلفی اور آزادی کی مجلس ہوتی تھی۔ مگر اس میں وقار اور حضرت کا احترام بیٹھنے والوں کے دلوں میں اس قدر ہوتا کہ اسکی نظیر خیر القرون کے سوا نہیں ملتی۔

پھر آپکی مجلس کا یہ بھی پر کیف نظارہ ہے کہ حضور مجلس میں گیا کبھی بھی ذو معنی بات نہ فرماتے تھے اور نہ کبھی آپ آنکھ کے اشارہ سے کوئی بات کرتے۔ بلکہ آپکی آنکھیں تو ہمیشہ نیم باز رہتی تھیں۔ ایکمرتبہ ایک دینی ضرورت سے آپ کے فوٹو کی ضرورت پیش آئی۔ فوٹوگرافر بار بار عرض کرتا کہ تھوڑی دیر کے لئے حضور آنکھیں کھلی رکھیں۔ اور آپ کھولتے مگر وہ پھر بند ہو جاتی تھیں۔ غرض آپ آنکھ کے اشارہ سے کبھی بات نہ کرتے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپنے کسی کو لگا کر بات کی ہو۔ یا مجلس میں کسی کو مخاطب کر کے کہا ہو کہ ہم تم پر ناراض ہیں۔ تمہاری فلاں حرکت ہمیں ناگوار ہے۔ اور فلاں بات مکروہ ہے۔

آپکے طرز کلام میں یہ امر عام تھا کہ آپ ہر شخص کا نام ادب سے لیتے تھے اور حاضر و غائب ایک ہی ڈھنگ تھا۔ ایکمرتبہ مرزا بشیر احمد صاحب نے مرزا نظام الدین صاحب کا نام اپنے گھر میں سادگی سے لے دیا باوجودیکہ ان ایام میں اسی خاندان کو حضرت اقدس کی مخالفت کا جوش تھا اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے گھر میں ان کا نام لیا۔ مگر آپنے منع فرمایا کہ ایسا نہیں چاہیئے مرزا نظام الدین صاحب کہنا چاہیئے۔ غرض آپ کی مجلس ایک درسگاہ عملی تھی جس میں اخلاق اور روحانیات کی تعلیم آپکے وجود کو دیکھ کر ملتی تھی اور ہر قسم کے مریضوں کے لئے وہ دار الشفا تھی

مگر حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں

غلبۂ اسلام کی زبردست تمنّا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا ایک اور خاص پہلو یہ ہے کہ آپ غلبہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کے اظہار کے لئے اذبس بے تاب تھے۔ اور اگر کوئی شخص غور کے ساتھ آپ کی تحریروں یا تقریروں پر غور کرے۔ تو مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھ کر آپ کے دل میں بے حد درد اور کرب تھا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ خدا جانے کتنی ہی راتیں اس غم میں آپ نے آستانہ الٰہی پر روتے ہوئے گذار دیں۔ اور کتنے ہی دنوں کو آہ وزاری میں بسر کر دیا۔

یہ باتیں ایسی نہیں کہ اسکے لئے دلائل کی ضرورت ہو۔ اسلئے کہ یہ واقعات ہیں اور حقائق ہیں۔ آپ کی کسی تحریر کو اٹھالو۔ اور اس کے چند صفحے پڑھ جاؤ آپ غم دین میں بے قرار اور مضطرب نظر آتے ہیں اور اس اندھی دنیا کو دیکھو کہ باوجود اس دلسوزی اور ہمدردی کے پھر اس محسن کو نعوذ باللہ بے دین اور کافر کہتی رہی۔ اور ابھی تک وہ جن کی روحانی بصیرت کی آنکھ پھوٹ چکی ہے یہی کہتے ہیں۔ ایک موقع پر ایسے ہی لوگوں کی نسبت آپ نے فرمایا ؎

جانم گداخت از غم ایمانت اے عزیز
ویں طرفہ ترکہ من بہ گمان تو کافرم
لعن گفتنم ز نوع عبادت شمردہ اند
در چشم شان پلید تر از ہر مزوّرم

باوجود اس کے آپ کی رحمت کو دیکھیئے کہ آپ دل کو کیونکر تسلی دیتے ہیں اور ان تمام جذبات انتقام وغضب کو اپنے محبوب و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربان کر دیتے ہیں ؎

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کافر کنند دعویٰ حب پیمبرم

دشمن کی جذبات آفریں مخالفت کو دیکھ کر ایک بڑے منکسر المزاج کو بھی جوش آسکتا ہے۔ لیکن خدا کا برگزیدہ مسیح موعود جس کو اسنے اپنے ہاتھ سے مسح کیا ہے۔ اور جس کے دل سے ہر قسم کے کینہ اور غضب کو دور کر دیا ہے۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایسا سرشار اور مست ہے کہ مدعیان محبت حضور کی گالیوں اور ہر قسم کی ایذا رسانیوں پر بھی اپنے دل کو خطاب کرتا ہے۔ کہ یہ لوگ حضور کی محبت کے مدعی ہیں اس لئے تو بھی در گزر کر۔ عفو و رحم کی یہ مثال تلاش کرو۔ تو تمھیں اسی وجود میں ملیگی۔

ذوق مضمون دوسری طرف لے جانا چاہتا ہے۔ مگر مجھے صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی اس خصوصیت کو بیان کرنا ہے جو آپ کی دعاؤں میں غلبہ اسلام کے لئے جوش اور انتہائی تمنا پائی جاتی ہے اس مقصد کے لئے آپ آستانہ الٰہی پر اس قدر چلاتے اور گریہ و بکا کرتے ہیں کہ اس سے عرش عظیم پر بھی ایک لرزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت پر وحی ہوئی ؎

دلم مے بلرزد چو یاد آورم
مناجات شوریدہ اندر حرم

بیت اللہ میں جو دعا آپ نے کی ہے۔ وہ الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں دے چکا ہوں۔ اور اس سے اس کوفت اور کرب کا پتہ لگتا ہے جو آپ کو اشاعت اسلام کے لئے تھی۔

آپ کی یہ آہ وزاری بعض اوقات اس حد تک پہنچ جاتی تھی۔ کہ تاریکی کے فرزند اسے نہ سن سکتے تھے۔ مگر ؎

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

یہ جذبہ حضور میں اسقدر غالب ہے کہ اس کے مقابلہ میں اور کوئی چیز نہیں آتی۔ آؤ اب آپ کی ان دعاؤں کو پڑھیں۔ اور خدا سے دعا کریں کہ یہی کیفیت اور یہی جذبہ ہم میں پیدا کر دے۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت و پیار کا دعوے کرتے ہیں۔ تو آپ کی اس گریہ و زاری کو دیکھ کر ہمارے دلوں میں بھی ایک ایسی حرکت کی ضرورت ہے کہ وہ پانی کی طرح آستانہ الٰہی پر بہہ نکلیں۔ اور اشاعت اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کے اظہار کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ اے مولےٰ ایسا ہی کر۔ امین ؎

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطع نظر
تا نہ ہو خوش دشمن دیں جس پہ ہے لعنت کی مار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
کیا سلائے گا مجھے تو خاک میں قبل از مراد
یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

جو درد اور کرب اس دعا میں ہے وہ تکلف اور بناوٹ سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے تو یہی پایا جاتا ہے کہ آپکے وجود کے ہر رگ و ریشہ۔ اور آپ کے جذبات کے ہر گوشہ میں یہی ایک چیز تھی۔ اور یہ حقیقت آپ کی صداقت پر ایک واضح اور روشن دلیل ہے۔ منطقی نہیں بلکہ فطرتی دلیل ہے ہر سلیم الفطرت اس پر غور کر کے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ ایک نکتہ ہے کہ حضور کو اسلام کے لئے اس قدر غیرت دی گئی تھی۔ کہ اگر تمام مسلمانوں کی غیرت اور جوش کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جاتا۔ اور دوسرے پلڑے میں حضور کی غیرت دینی کو تو یقیناً وہ پلڑا بہت وزنی ہوتا ہے۔

حق ناشناس ظالم ان باتوں کو عقیدت کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ اور اس طرح پر حق سے دور چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ حضرت کی زندگی کے سوانح پر نظر کرے۔ تو اسے معلوم ہو جاوے گا کہ

یہ ناقابل تردید صداقت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۳۴ء)

میں اس کو اور کھول کر لکھنا چاہتا ہوں کہ انسان جس قدر مراتب طے کر کے انسان ہوتا ہے۔ یعنی کہاں نطفہ۔ بلکہ اس سے بھی پہلے نطفہ کے اجزاء یعنی مختلف قسم کی اغذیہ اور ان کی ساخت اور بناوٹ۔ پھر نطفہ کے بعد مختلف مدارج کے بعد بچہ۔ پھر جوان۔ بوڑھا۔ غرض ان تمام عالموں میں جو اس پر مختلف اوقات میں گذرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا معترف ہو۔ اور وہ نقشہ ہر آن اس کے ذہن میں کھنچا رہے۔ تو بھی وہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ ربوبیت کے مد مقابل ایک تعلق پیدا ہوتا ہے۔ جب تک اپنے آپ کو عدم محض یا مشابہ بالعدم قرار دے کر ربوبیت کا ذاتی تقاضا نہ ڈالدے۔ اس کا فیضان اور پرتو اس پر نہیں پڑتا۔ اور اگر ایسا ہو تو اعلیٰ درجہ کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے بڑھکر کوئی حظ نہیں ہے۔ اس مقام پر انسان کی روح جب ہمہ نیستی ہو جاتی ہے۔ تو وہ خدا کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے۔ اور ماسوا اللہ سے اسے انقطاع تام ہو جاتا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی محبت اس پر گرتی ہے اس اتصال کے وقت ان دو جوشوں سے جو اوپر کی طرف سے ربوبیت کا جوش اور نیچے کی طرف سے عبودیت کا جوش ہوتا ہے۔ ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نام صلوٰۃ ہے۔ پس یہی وہ صلوٰۃ ہے جو سیئات کو بھسم کر جاتی ہے۔ اور اپنی جگہ ایک نور اور چمک چھوڑ دیتی ہے جو سالک کو راستہ کے خطرات اور مشکلات کے وقت ایک منور شمع کا کام دیتی ہے اور ہر قسم کے خس و خاشاک اور ٹھوکر کے پتھروں اور خار و خس سے جو اس کی راہ میں ہوتی ہیں۔ آگاہ کر کے بچاتی ہے۔ اور یہی وہ حالت ہے جبکہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر...... کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اس کے شمعدان دل میں ایک روشن چراغ رکھا ہوا ہوتا ہے اور یہ درجہ کامل تذلل کامل نیستی اور فروتنی اور پوری اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر گناہ کا خیال اسے کیونکر آ سکتا ہے۔ اور انکار اس میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ فحشاء کی طرف اس کی نظر اٹھ ہی نہیں سکتی۔ غرض اسے ایسی لذت اور ایسا سرور حاصل ہوتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا اسے کیونکر بیان کروں۔

پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ نماز جو اپنے اصلی معنوں میں نماز ہے۔ دعا سے حاصل ہوتی ہے۔ غیر اللہ سے سوال کرنا مومنانہ غیرت کے صریح اور سخت مخالف ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ دعا کا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جب انسان پورے طور پر حنیف ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے اور اسی سے نہ مانگے سچ سمجھو کہ حقیقی طور پر وہ سچا مسلمان اور سچا مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسلام کی حقیقت ہی یہ ہے کہ اس کی تمام طاقتیں اندرونی ہوں یا بیرونی سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کے آستانہ پر گری ہوئی ہوں جس طرح پر ایک بڑا انجن بہت سی کلوں کو چلاتا ہے۔ پس اسی طور پر جب تک انسان اپنے ہر کام کو اور ہر حرکت و سکون کو اسی انجن کی طاقت عظمٰی کے ماتحت نہ کر لیوے۔ وہ کیونکر اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا قائل ہو سکتا ہے۔ اور اپنے آپکو انی وجہت وجہی الذی فطر السموٰت والارض کہتے وقت واقعی حنیف کہہ سکتا ہے؟ جیسے منہ سے کہتا ہے ویسے ہی ادھر کی طرف متوجہ ہو تو لاریب وہ مسلم ہے۔ وہ مومن اور حنیف ہے۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا غیر اللہ سے سوال کرتا ہے۔ اور ادھر بھی جھکتا ہے وہ یاد رکھے کہ بڑا ہی بدقسمت اور محروم ہے کہ اس پر وہ وقت آ جانے والا ہے کہ وہ زبانی اور نمائشی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف نہ جھک سکے۔ ترک نماز کی عادت اور کسل کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کیونکہ جب انسان غیر اللہ کی طرف جھکتا ہے۔ تو روح اور دل کی طاقتیں اس درخت کی طرح (جس کی شاخیں ابتداءً ایک طرف کر دی جاویں۔ اور اس طرف جھک کر پرورش پالیں) ادھر ہی جھکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سختی اور تشدد اس کے دل میں پیدا ہو کر اسے منجمد اور پتھر بنا دیتا ہے۔ جیسے وہ شاخیں پھر دوسری طرف مڑ نہیں سکتیں اسی طرح دل اور روح دن بدن خدا تعالیٰ سے دور ہوتی جاتی ہے۔ پس یہ بڑی خطرناک اور دل کو کپکپا دینے والی بات ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے سے سوال کرے۔ اسلئے نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے۔ تاکہ اولاً وہ ایک عادت راسخہ کی طرح قائم ہو۔ اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت خود آ جاتا ہے جبکہ انقطاع کلی کی حالت میں انسان ایک نور اور ایک لذت کا وارث ہو جاتا ہے۔ میں اس امر کو پھر تاکید سے کہتا ہوں۔ افسوس ہے مجھے وہ لفظ نہیں ملتے۔ جس میں غیر اللہ کی طرف رجوع کرنے کی برائیاں بیان کر سکوں۔ لوگوں کے پاس جا کر منت و سماجت کرتے ہیں۔ یہ بات خدا تعالیٰ کی غیرت کو جوش میں لاتی ہے۔ کیونکہ یہ تو لوگوں کی نماز ہے۔ پس وہ اس سے ہٹتا اور اس کو دور پھینک دیتا ہے۔ میں موٹے الفاظ میں اس کو بیان کرتا ہوں۔ گو یہ امر اس طرح پر نہیں ہے مگر سمجھ میں خوب آ سکتا ہے کہ جیسے ایک مرد غیور کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ اپنی بیوی کو کسی غیر کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہوئے دیکھ سکے۔ اور جس طرح پر وہ مرد ایسی حالت میں اس نابکار عورت کو واجب القتل سمجھتا۔ بلکہ بسا اوقات ایسی وارداتیں ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی جوش اور غیرت الوہیت کا ہے۔ عبودیت اور دعا خاص اسی ذات کے مد مقابل ہیں۔ وہ پسند نہیں کر سکتا کہ کسی اور کو معبود قرار دیا جاوے اور پکارا جاوے

پس خوب یاد رکھو! اور پھر یاد رکھو! کہ غیر اللہ کی طرف جھکنا خدا سے کاٹنا ہے۔ نماز اور توحید کچھ ہی کہو کیونکہ توحید کے عملی اقرار کا نام ہی نماز ہے۔ اس وقت بے برکت اور بے سود ہوتی ہے۔ جب اس میں نیستی اور تذلل کی روح اور حنیف دل نہ ہو۔

سنو! وہ دعا جس کے لئے ادعونی استجب لکم فرمایا ہے۔ اس کے لئے یہی سچی روح مطلوب ہے۔ اگر اس تضرع اور خشوع میں حقیقت کی روح نہیں۔ تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں ہے۔ پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسباب کی رعایت ضروری نہیں ہے؟ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ شریعت نے اس بات کو منع نہیں کیا ہے۔ اور سچ پوچھو تو کیا دعا اسباب نہیں؟ یا اسباب دعا نہیں؟ تلاش اسباب بجائے خود ایک دعا ہے۔ اور دعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا چشمہ! انسان کی ظاہری بناوٹ اس کے دو ہاتھ دو پاؤں کی ساخت ایک دوسرے کی امداد کا ایک قدرتی رہنما ہے جب یہ نظارہ خود انسان میں موجود ہے۔ پھر کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ تعاونوا علی البر والتقوی کے معنے سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے۔

ہاں میں کہتا ہوں کہ تلاش اسباب بذریعہ دعا کرو!! امداد باہمی میں نہیں سمجھتا کہ جب میں تمہیں تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایک قائم کردہ سلسلہ اور کامل رہنما سلسلہ دکھاتا ہوں۔ تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دنیا پر کھول دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت ان رسولوں کو باقی نہ رہنے دے۔ مگر پھر بھی ایک وقت ان پر آتا ہے کہ وہ من انصاری الی اللہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک ٹکڑ گدا گر فقیر کی طرح صدا دیتے ہیں؟ نہیں من انصاری الی اللہ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔ وہ دنیا کو رعایت کے اسباب سکھانا چاہتے ہیں۔ جو دعا کا ایک شعبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ان کو کامل ایمان اس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ایک یقینی اور حتمی وعدہ ہے

میں کہتا ہوں کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل میں مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد کر سکتا ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ حقیقی معاون و ناصر وہی ذات ہے جس کی شان نعم المولیٰ و نعم النصیر و نعم الوکیل ہے دنیا اور دنیا کی مددیں۔ ان لوگوں کے سامنے کالمیت ہوتی ہیں۔ اور مردہ کیڑے کے برابر بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں لیکن دنیا کو دعا کا ایک موٹا طریق بتلانے کے لئے وہ یہ راہ اختیار کرتے ہیں۔ حقیقت میں وہ اپنے کاروبار کا متولی خدا تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل سچ ہے وھو یتولی الصالحین۔ اللہ تعالیٰ ان کو مامور کر دیتا ہے۔ کہ وہ اپنے کاروبار کو دوسروں کے ذریعہ سے ظاہر کریں۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مقامات پر مدد کا وعظ کرتے تھے اسلئے کہ وہ کونسا وقت نصرت الٰہی کا تھا۔ اس کو تلاش کرتے تھے کہ وہ کس کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ ایک

بڑی غور طلب بات ہے۔ دراصل ماٴمور من اللہ لوگوں سے مدد نہیں مانگتا۔ بلکہ من انصاری الی اللہ کہہ کر وہ اس نصرت اللہ کا استقبال کرنا چاہتا ہے۔ اور ایک فرط شوق سے بے قرار دل کی طرح اس کی تلاش میں رہتا ہے۔ نادان اور کوتاہ اندیش لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ لوگوں سے مدد مانگتا ہے۔ بلکہ اسی طرح اس شان میں وہ کسی دل کے جو اس نصرت کا موجب ہوتا ہے۔ ایک برکت اور رحمت کا موجب ہوتا ہے۔ پس ماٴمور من اللہ کی طلب امداد کا اصل سر اور راز یہی ہے۔ جو قیامت تک اسی طرح پر رہے گا۔ .... اشاعت دین میں ماٴمور من اللہ دوسروں سے مدد چاہتے ہیں۔ مگر کیوں؟ اپنے ادائے فرض کے لئے۔ تاکہ دلوں میں خدا تعالٰے کی عظمت پیدا کریں۔ ورنہ یہ تو ایک ایسی بات ہے کہ قریب بہ کفر پہنچ جاتی ہے۔ اگر غیر اللہ کو متولی قرار دیں۔ اور ان نفوس قدسیہ سے ایسا امکان؟ محال مطلق ہے۔ میں نے ابھی کہا ہے کہ توحید تب ہی پوری ہوتی کہ کل مرادوں کا معطی اور تمام امراض کا چارہ اور مدار وہی ذات واحد ہو لا الٰہ الا اللہ کے معنی یہی ہیں۔ صوفیوں نے اس میں اللہ کے لفظ سے محبوب۔ مقصود۔ معبود مراد لی ہے

بے شک اصل اور سچ یونہی ہے جب تک انسان کامل طور پر توحید پر کاربند نہیں ہوتا۔ اس میں اسلام کی محبت اور عظمت قائم نہیں ہوتی۔ اور پھر میں اصل ذکر کی طرف رجوع کرکے کہتا ہوں کہ نماز کی لذت اور سرور اسے حاصل نہیں ہو سکتا۔ مدار اسی بات پر ہے کہ جب تک بُرے ارادے ناپاک اور گندے منصوبے بھسم نہ ہوں۔ انانیت اور شیخی دور ہو کر نیستی اور فروتنی نہ آئے۔ خدا کا سچا بندہ نہیں کہلا سکتا۔ اور عبودیت کاملہ سکھانے کے لئے بہترین معلم اور افضل ترین ذریعہ نماز ہی ہے

میں پھر تمھیں تبلاتا ہوں کہ اگر خدا تعالٰے سے سچا تعلق، حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو۔ تو نماز پر کاربند ہو جاؤ۔ اور ایسے کاربند بنو کہ تمھارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمھاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں۔

از اخبار الحکم ۱۲ مئی ۱۸۹۹ء

والدہ کی تعظیم

پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنی کے لئے بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمن کی طرف منہ کرکے کہا کرتے تھے۔ کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے۔ اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آسکتا۔ بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ مگر وہ ان کی زیارت نہیں کرسکتے۔ صرف اپنی والدہ کی خدمت گذاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔ مگر میں دیکھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی یا اویس کو یا مسیح کو۔ یہ عجیب بات ہے جو دوسرے لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ ان سے ملنے کو گئے تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں۔ اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں۔ ایک تو یہ لوگ تھے جنھوں نے والدہ کی خدمت میں اس قدر سعی کی۔ اور پھر یہ قبولیت اور عزت پائی۔ ایک وہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لئے مقدمات کرتے ہیں۔ اور والدہ کا نام...... ایسی بُری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چوہڑے چمار بھی کم لیتے ہوں گے۔ ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک ہدایت کا تبلا دینا ہے۔ اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کرکے اس کو ماننا نہیں چاہتا۔ تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے۔ ایسے نمونے سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے۔ اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ کی بھی عزت نہیں کرتے ہیں۔ تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور فرمانبرداری کے رنگ میں خدا و رسولؐ کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے۔ ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام نصیحت کرنا ہے۔

عربی سیکھو اور انگریزی پڑھو

میں یہ بھی اپنی جماعت کو نصیحت کرنی چاہتا ہوں کہ وہ عربی سیکھیں۔ کیونکہ عربی کی تعلیم کے بدوں قرآن کریم کا مزا نہیں آتا۔ پس ترجمہ پڑھنے کے لئے جو ضروری ہے مناسب ہے کہ تھوڑا تھوڑا عربی زبان کو سیکھنے کی کوشش کریں۔ آجکل تو آسان آسان طریق عربی پڑھنے کے نکل آئے ہیں۔ قرآن شریف کا پڑھنا جبکہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ پھر اس کے کیا معنے ہیں کہ عربی زبان سیکھنے کی کوشش نہ کی جاوے۔ اور ساری عمر انگریزی اور دوسری زبانوں کے حاصل کرنے میں کھو دیجاوے۔ مگر یہ بات بھی یاد رکھو کہ چونکہ ...... گورنمنٹ نے ایک قومی گورنمنٹ کی صورت اختیار کرلی ہے۔ اسلئے قومی گورنمنٹ کی زبان بھی ایک قومیت کا رنگ رکھتی ہے۔ پس ضروری ہوا اپنے مطالب اغراض کو حکام کے پورے طور پر ذہن نشین کرنے کے لئے انگریزی پڑھو تاکہ تم گورنمنٹ کو فائدہ اور مدد پہنچا سکو۔

پھر زبانوں کے تذکرے پر فرمایا کہ: "فونوگراف کیا ہے؟ گویا مطبع ناطق ہے"!

تقدیر کوئی تکلیف نہیں پہنچتی جب تک آسمان پر فتویٰ نہ ہو۔ اگرچہ تکالیف تو پیغمبروں کو بھی پہنچتی ہیں مگر وہ از راہ محبت کے ہوتی ہیں۔ اور ان میں ایک قسم کی تعلیم مخفی ہوتی ہے۔ جو ان مشکلات میں انبیاء علیہم السلام کا پاک گروہ اپنے طرز عمل اور چال چلن سے دیتا ہے۔

اور بعض لوگوں پر دکھ کی مار ہوتی ہے۔ اور وہ ان کی اپنی ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ پس آدمی کو لازم ہے کہ توبہ و استغفار میں لگا رہے۔ اور دیکھتا رہے کہ ایسا نہ ہو۔ بداعمالیاں حد سے گذر جاویں۔ اور خدا تعالٰے کے غضب کو کھینچ لاویں۔ جب خدا تعالٰے کسی پر فضل کے ساتھ نگاہ کرتا ہے۔ تو عام طور پر دلوں میں اس کی محبت کا القا کردیتا ہے۔ لیکن جس وقت انسان کا شر حد سے گذر جاتا ہے اسوقت آسمان پر اس کی مخالفت کا ارادہ ہوتے ہی اللہ تعالٰی کی منشاء کے موافق لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ مگر جوں ہی وہ توبہ و استغفار کے ساتھ خدا کے آستانہ پر گر کر پناہ لیتا ہے۔ تو اندر ہی اندر ایک رحم پیدا ہو جاتا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ کہ اس کی محبت کا بیج دلوں میں بویا جاتا ہے۔ غرض توبہ و استغفار کا ایسا مجرب نسخہ ہے کہ خطا نہیں جاتا۔

از اخبار الحکم ۱۹ مئی ۱۸۹۹ء

اعتراض کہ آکر کیا بنایا؟

یہ کتاب جو لکھی گئی ہے۔ جب شایع ہو گی۔ تو ان لوگوں کو بھی پتہ لگ جاوے گا۔ جو بار بار اعتراض کرتے ہیں کہ آکر کیا بنایا؟

میں حیران ہو جاتا ہوں جب اس قسم کے اعتراض سنتا ہوں۔ کیا پھونک مار کر کچھ بنا دیا جاتا؟ بھلا یہ تو تبلائیں کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس دعوت کی۔ ان کے اعتقاد کے موافق کیا بنایا؟ مگر یہ لوگ دیکھیں گے۔ اور خدا تعالٰے نمایاں طور پر دکھا دے گا۔ کہ کیا بنایا ہے۔ کاش یہ لوگ موجودہ حالت پر غور کرتے۔ صدی میں سے سولہ سال گزر گئے۔ ظلمت انتہا تک پہنچ گئی۔ اور کوئی نہ آیا جو اصلاح کرتا۔ یہ لوگ ذرا بھی انصاف نہیں کرتے۔ مجھپر اعتراض کرتے کرتے خدا پر اعتراض جا کرتے ہیں۔ کیونکہ میرے تو آکر کچھ بنایا نہیں؟ اور خدا نے بنانے والا بھیجا نہیں۔ بلکہ باوجود اس کے کہ اور ضرورتیں اگر چھوڑ بھی دیجاویں تو ان ناعاقبت اندیش معترضوں کے موافق ایک گمراہ کرنے والا بھی آگیا۔ پھر بھی وہ اصل مہدی نہ آیا۔ اور نہ خدا نے اسے بھیجا۔ چودھویں صدی مبارک سمجھتے تھے۔ پر کیا خاک مبارک نکلی۔ جبکہ ایک دجال آگیا!!! صدیق حسن اور عبدالحی جو دعوی کرنے والے تھے۔ وہ صدی کے سر پر ہی فوت ہو گئے۔ ورنہ شاید وہی ان لوگوں کا سہارا ہوتے۔ لیکن خدا نے اپنے فضل سے دکھا دیا کہ کام اُن کا نہ تھا۔ بلکہ کسی اور کا۔

مجدد جو آیا کرتا ہے وہ ضرورت وقت کے لحاظ سے آیا کرتا ہے۔ نہ استنجے اور وضو کے مسائل تبانے۔ خدا جو مد حکیم خدا ہے۔ کیا وہ نہیں دیکھتا کہ دنیا پر طبعیات اور فلسفہ کی زہریلی ہوا چلی ہے۔ جس نے ہزارہا انسانوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ صلیب پرست عیسائیوں نے کس کس رنگ میں لکھوکھا روحوں کو خدا سے دور پھینک دیا ہے۔ تو پھر کیا اس وقت ایسے مجدد کی ضرورت نہ تھی جو کسر صلیب کرے۔ اور دلائل و بینات سے دکھاوے کہ صلیبی مذہب میں حقانیت کا نور نہیں۔ اور ایک لکڑی پر ایمان لا کر انسان نجات کا وارث نہیں ٹھیر سکتا۔ آئے دن پچاس پچاس ہزار اور ایک ایک لاکھ اشتہار چھاپ چھاپ کر یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں اور ٹڈی دل کی طرح عورتیں بچے۔ جوان۔ بوڑھے لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح اسلام پر حملہ کریں۔ اسلام پر اسوقت وہ حملہ ہوا ہے۔ جس کی انتہا نہیں ادھر خدا کا یہ وعدہ کہ انا لہ لحافظون اور ادھر ان ناعاقبت اندیش معترضین کی یہ دانائی کہ اسلام میں حفاظت دین کے لئے معرفت کا نور لے کر کوئی نہیں آیا بلکہ دجال آیا ہے۔ افسوس! صد افسوس!! آہ! صد آہ!!! یہی تو وقت تھا کہ خدا اپنی نصرت اور تائید کا روشن ہاتھ دکھاتا مگر میں کہتا ہوں کہ اس نے دکھایا۔ اور وہ اپنی چمکار دکھائے گا۔ اور مخالفوں کو شرمندہ کرکے تبلا دیگا کہ آنیوالے نے آکر کیا بنایا؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ

نمبر ۱

حضرت حافظ حامد علی صاحب ان خوش قسمت آدمیوں میں سے تھے۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ایک خاص قرب اور بے تکلف دوست ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ کچھ شک نہیں کہ وہ حضرت کی خدمت میں ایک خادم کی حیثیت سے رہتے تھے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور نے کبھی ان کو اپنا خدمتگار نہیں سمجھا بلکہ ان کے ساتھ نہایت ہی عزیز دوستوں کا سلوک فرمایا کرتے اور خود حافظ صاحب کا یہ حال تھا کہ وہ حضور کی محبت میں گم اور فانی تھے۔

میری ملاقات حافظ صاحب سے سب سے پہلے ۱۸۸۹ء کے آغاز میں ہوئی۔ جبکہ وہ لودہانہ حضرت کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔ اور لودہانہ کے محلہ جدید ہی میں حضور کا قیام تھا۔ جہاں میں بھی رہتا تھا

حافظ صاحب اُسوقت جوان تھے۔ لباس جیساکہ ان کی عادت تھی سادہ تھا۔ تہہ بند باندھتے تھے۔ پہلی مرتبہ ان کو دیکھ کر میرے دل میں ان کوئی عظمت قائم نہیں ہوئی۔ لیکن جب ان سے گفتگو ہوئی اور تعلقات بڑھے تو میںنے دیکھاکہ

اس سادہ لباس میں ایک ولی اللہ مخفی تھا

بعد میں میرے ساتھ ان کے محبت و اخلاص کے تعلقات بڑھتے گئے۔ اور آج میں اس بات پر ناز کرتا ہوں کہ حضرت حافظ صاحب کے بے تکلف دوستوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی اور آپکے وصال کے بعد اپنے معاملات میں مجھ سے مشورہ کرنا پسند فرمایا کرتے تھے۔ یہ محبت خدا کے فضل سے یوماً فیوماً ترقی کرتی گئی۔

والحمد للہ علیٰ ذالک

ابتدائی حالات

حضرت حافظ حامد علی صاحب مرحوم موضع تہہ غلام نبی ضلع گورداسپور کے باشندے تھے۔ جو دارالامان سے قریباً ۶ میل کے فاصلہ پر گوشہ شمال مغرب میں واقع ہے۔ آپ کے والد کا نام شیخ فتح محمد تھا۔ اگرچہ آپ اپنے کو ککے زئی کہتے تھے۔ اور اس قوم سے آپ کے تعلقات قرابت قائم ہیں۔ مگر حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کرتے تھے کہ حافظ حامد علی سید ہیں۔ اور ان کا شجرہ نسب ملتان کے خاندان سادات سے ملتا ہے۔ اور ککے زئی اس طرح مشہور ہوئے کہ ان کے کوئی بزرگ اپنے ننھیال ککے زئیا میں یہاں آرہے تھے۔ اس لئے سادات کی بجائے ککے زئی کہلائے۔ حضرت حافظ حامد علی صاحب نہ اپنے سید ہونے پر کبھی فخر کرتے تھے۔ اور نہ اس کا ذکر۔ بلکہ انھیں اس بات پر فخر اور ناز تھا کہ میں **احمدی** ہوں۔ اور اسوقت سے احمدی ہوں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دنیا کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔ ان کی نظر میں عزت و اکرام کا معیار نسب نہ تھا بلکہ تقویٰ ہی تھا۔ موضع مذکور میں حافظ صاحب کی کسیقدر زمینداری تھی اور آباؤ اجداد سے زمینداری ورثہ میں پائی تھی۔ خاندانی حالات کے ماتحت حافظ صاحب پہلے ہل بھی چلایا کرتے تھے حافظ صاحب کی ابتدائی تعلیم اس زمانہ کے دستور کے مطابق مسجد کے مکتب میں ہوئی۔ جہاں حافظ محمد جمیل صاحب اُستاد تھے۔ حافظ صاحب نے انھیں سے قرآن شریف پڑھا اور حفظ بھی کیا۔

قادیان میں پہلی آمد

ایک مرتبہ حافظ محمد جمیل صاحب کو حضرت اقدس نے رمضان میں مسجد اقصےٰ میں قرآن مجید سنانے کے لئے بلایا۔ یہ ۱۸۷۸ء اور ۱۸۸۰ء کے درمیان کا واقعہ ہے۔ حافظ حامد علی صاحب بھی اس تقریب پر اپنے اُستاد کے ساتھ قادیان تشریف لائے اور حضرت اقدس سے ملاقات کی۔ رمضان ختم ہوا۔ تو حافظ صاحب اپنے استاد کے ساتھ ہی اپنے گاؤں چلے گئے۔ پھر ایک عرصہ تک انھیں قادیان آنے کا موقع نہیں ملا۔ اسی عرصہ میں حافظ صاحب کی شادی موضع کرالیاں ضلع گورداسپور میں ہوگئی۔ شادی کے معاً بعد انھیں خطرناک پیچش کی شکایت ہوئی جو بالآخر سنگرہنی کی صورت میں تبدیل ہوگئی اور اس کا سلسلہ دو ڈھائی سال تک برابر چلا گیا۔ جس نے حافظ صاحب کو بہت نڈھال اور کمزور کردیا۔

حضرت اقدس سے دوسری ملاقات

براہین احمدیہ کا اعلان ہوچکا تھا۔ اس کی ایک یا دو جلدیں بھی شائع ہوچکی تھیں۔ اور غالباً تیسری جلد مطبع میں تھی۔ حضرت اقدس خود ہی اس کے پروف اور کاپیاں دیکھنے کے لئے امرتسر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک روز حافظ حامد علی صاحب ریل میں سوار ہوئے۔ اور انھیں جنتی پورہ کے اسٹیشن پر اترنا تھا۔ جو بٹالہ سے آگے دوسرا اسٹیشن ہے اتفاق حسنہ سے بٹالہ اسٹیشن سے حضرت اقدس بعزم امرتسر اس گاڑی سے سوار ہوئے۔ اور حافظ صاحب نے اس موقع پر اپنی پرانی ملاقات کی تجدید کی۔ اور حضرت کو یاددلایا کہ میں اپنے اُستاد حافظ محمد جمیل صاحب کے ساتھ قادیان آیا تھا۔ حضرت اقدس بہت محبت و شفقت سے پیش آئے۔ اور ان کے چہرے کو دیکھ کر ان کی کمزوری اور بیماری کا حال دریافت کیا۔ حافظ صاحب نے بھی دل کھول کر اپنی داستان درد سنائی۔ حضرت اقدس کو رحم آیا۔ اور فرمایا کہ اگر آپ قادیان آجائیں۔ تو میں آپکا علاج کروں گا۔ چنانچہ حافظ صاحب حضرت کے اس ارشاد کے موافق خوشی خوشی قادیان حاضر ہوئے۔ اور حضرت نے علاج شروع فرمایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی سال کی مرض بیماری ہر روز کم ہونے لگی۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایک ہی ہفتہ میں حافظ صاحب کو بہت کچھ شفا ہوگئی۔ تب انھوں نے حضرت سے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ مگر حضور نے فرمایا

یہاں ایک مہینہ تک قیام کرو

محبت و اخلاص کا بیج بڑھنے لگا

حافظ صاحب ایک مہینہ کے لئے پھر ٹھہر گئے۔ اس عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفقت اور کامل ہمدردی نے حافظ صاحب کو گرویدہ کرلیا۔ اور حضرت اقدس کی صحبت میں انھیں ایک روحانی سرور محسوس ہونے لگا۔ اور اپنی حالت میں انھوں نے تبدیلی محسوس کی۔ دوسری طرف حضرت اقدس نے ان کے چہرے پر رشد و سعادت کے آثار دیکھے اور ان کے دل کو پڑھا کہ وہ ایک جوہر سعادت کو لئے ہوئے ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ

حامد علی تم میرے پاس ہی رہ جاؤ

چنانچہ حافظ صاحب نے اپنی خوش قسمتی اسی میں سمجھی کہ حضرت اقدس کی خدمت میں رہیں۔ اور وہ رہے۔ حافظ صاحب فرمایا کرتے کہ میں اس گھڑی کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ اور نہ اس شفقت و ہمدردی کو الفاظ میں ادا کرسکتا ہوں جس کا عملی اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے ایام علالت میں کیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس شفقت و ہمدردی میں ہمیشہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور میں ایک بصیرت کے ساتھ ایمان رکھتا ہوں۔ اور ایک سچی شہادت کے اظہار کے لئے کہتا ہوں کہ

اس محبت و اخلاص شفقت و کرم کا نمونہ میں نے دنیا کے کسی رشتہ میں نہیں پایا جو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے عملاً اپنے ساتھ دیکھا۔

القصہ حافظ حامد علی صاحب بقول حضرت اکمل ؎

ہم قادیاں کے اکمل اور قادیاں ہمارا

قادیان ہی کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت کی صحبت میں عبادت کا ذوق و شوق اور دعاؤں کی عادت۔ خدا پر توکل و ایمان دن بدن بڑھنے لگا۔ اور اس خدا کے وجود کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اُنھوں نے

خدا کو اترتے دیکھا

حافظ صاحب نوکر ہو گئے

جب اس طرح پر حافظ صاحب کا قیام قادیان میں ہو گیا۔ اور انھوں نے حضرت صاحب کی خدمت کو اپنا شعار بنا لیا۔ تو اُس وقت کے حالات کے ماتحت حضرت صاحب نے آپ کی تنخواہ ایک روپیہ مقرر کی جس کو حافظ صاحب نے بہت بڑی نعمت یقین کیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس ایک روپیہ میں جو برکت دیکھی اسکے بعد کی زندگی میں بڑی بڑی ملازمتوں میں بھی مینے اس برکت کو نہ پایا۔ حضرت اقدس خود ہی حالات کے تبدیل ہو جانے کے ساتھ ساتھ تنخواہ میں ترقی کر دیتے تھے۔ مینے نہ کبھی ترقی کے لئے خواہش کی اور نہ درخواست۔

حضرت اقدس کا اعتماد

یوں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ہر خادم پر پورا حُسنِ ظن اور اعتماد ہوتا تھا۔ مالی معاملات میں کسی کے متعلق کبھی آپ کو خیال آتا ہی نہ تھا کہ وہ خائن اور بد دیانت ہے۔ اسلیئے جب کسی کے سپرد کوئی کام فرماتے اور اس کے لئے کچھ روپیہ عنایت کرتے تو کبھی اس کا حساب طلب نہ فرماتے اگر وہ اس میں سے کچھ لا کر واپس کر دیتا تو وہ لے لیتے اور اگر اور مانگتا تو دے دیتے۔ حضرت حافظ حامد علی صاحب کی تو حالت ہی جدا تھی۔ اپنر انتہا درجہ کا اعتماد تھا۔ گھر کی ضروریات اور لنگر کے انتظام کے لئے ان کو علی الحساب روپیہ دے دیا جاتا تھا۔ اور کبھی حضرت اقدس ان سے دریافت نہ فرماتے کہ کہاں اور کس قدر خرچ ہوا ہے۔ اور یہ بھی اکثر ہوتا کہ حضور بغیر کسی شمار کے روپیہ دے دیتے۔ مٹھی بھر کر لاتے اور دے دیتے تھے۔

مولوی رحیم بخش صاحب جو تلونڈی جھنگلاں میں رہتے ہیں ایک مرتبہ کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ حافظ صاحب آئے اور کہا کہ آٹے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کتنا چاہیئے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ سو روپیہ چاہیئے۔ حضور اندر گئے اور دو بڑی مٹھیاں بھر کر لے آئے فرمایا اتنو ہی ہو گا۔ حافظ صاحب نے لیا اور شمار کیا۔ تو ایک سو بیس تھے۔ بیس واپس کر دیئے۔

میرا مطلب اس قسم کے واقعات سے صرف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حافظ حامد علی صاحب پر بیحد اعتماد تھا۔ اور انھوں نے اپنی دیانت اور امانت کا عملاً پورا ثبوت دیا۔

حافظ صاحب کے مزاج کی اصلاح

خدا کے ماموروں اور مرسلین کی صحبت تو ایک اکسیر ہوتی ہے۔ اندہی اندر وہ پاس رہنے والوں کے اخلاق اور حالات میں ایک غیر معمولی تبدیلی کر دیتی ہے۔ اور ان کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے ایکمرتبہ کسی شخص نے پوچھا کہ آپ کو مرزا صاحب کی صحبت میں کیا فائدہ ہوا؟ آپ نے فرمایا میں صرف ایک فائدہ کا ذکر کرتا ہوں۔ مجھ میں ایک گناہ تھا۔ مینے ہر چند اس کے لئے تدبیر کی۔ مگر نجات نہ ہوتی تھی۔ لیکن

حضرت کی خدمت میں آکر خود بخود دور ہو گیا

یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں کی خدا نما مجلس اور ان کے خدا نما وجود کو دیکھ کر انسان کی بہت سی غلطیوں اور کمزوریوں کی وہ اعتقادی ہوں یا عملی خود بخود اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ حافظ حامد علی صاحب جب یہاں آئے کچھ شک نہیں وہ ایک جوہر قابل تھے۔ مگر ان کے مزاج میں تیزی تھی۔ اور جلد ان کو غصہ آجاتا تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال دیکھو کہ ایک تیز مزاج اور غصہ ور آدمی کے ساتھ سالہا سال ایک عزیز دوست کی طرح بسر کرتے رہے۔ آخرکار حافظ حامد علی جیسے تیز مزاج پر

اپنے حلم اور انکساری کا پرتو ڈال دیا

انبیاء علیہم السلام کی قدسی قوت کا یہ بھی ایک ثبوت ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کا تزکیہ نفس کر دیتے ہیں لیکن اس کے لئے ضرورت ہے ان کی خدمت میں رہنا۔ اگر یہ میسر نہ آئے تو پھر ان کے کلام اور زندگی کو ہر وقت پیش نظر رکھنا۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں کے پڑھنے میں یہ برکت اور اثر مینے ہمیشہ محسوس کیا ہے۔ جب ان کو پڑھنا شروع کیا قلب میں نیکی کی تحریک اور قرآن مجید کے حقائق و معارف کھلنے لگتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ تصانیف ملائکہ کی تائید سے لکھی گئی ہیں اور اس قسم کی تاثیرات ان میں باقی ہیں۔

میں اپنے ذوق میں نفس مضمون سے یا نفس مضمون کی طرف دور نکل گیا۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ حافظ حامد علی صاحب جب حاضر ہوئے تو وہ باوجود ایک جوہر قابل ہونے کے ان گھڑے پتھر کی طرح تھے جس کو تراش کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک قیمتی انسان بنا دیا۔ ان کے مزاج کی تلخی اور تیزی انکساری۔ خدمت گذاری اور کم گوئی سے بدل گئی۔

حافظ صاحب کے فرائض

حافظ حامد علی صاحب کے فرائض ان ایام میں ہمہ گیر تھے۔ لنگر خانہ کے مہتمم وہ تھے۔ اور تمام ضروری اشیاء کی خرید کا کام ان کے سپرد تھا۔ ڈاک کا لانا۔ اور لے جانا یہ بھی ان کے ہی ہاتھ میں تھا۔ غرض وہ ہر قسم کے ضروری کاموں کو سرانجام دیا کرتے تھے۔ اور پھر فرصت کے وقت حضرت کی خدمت کرتے اور چاپی کرتے اور مہندی بھی وہی لگاتے اور بے تکلفی سے باتیں کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ گویا آقا اور خادم بالکل فارغ ہیں۔ دنیا کا کوئی کام ان کو نہیں آہ! وہ زمانہ کیسا مبارک تھا۔ وہ خادم بڑا ہی خوش قسمت تھا کہ اسے اس آقا سے شرف ہمکلامی حاصل تھا جس سے خدا کلام کرتا فرشتے جس پر نازل ہوتے تھے۔

اس قسم کے فرائض میں حافظ صاحب سے غلطیوں اور کمزوریوں کا ہو جانا بھی بہت آسان تھا۔ ان سے غلطیاں ہوتی تھیں۔ اور بعض اوقات نہایت افسوس ناک غلطیاں ہو جاتی تھیں۔ مگر وہ پیکر رحمت و شفقت کبھی گرفت نہ فرماتا۔ اور یہی وہ عملی قوت تھی جس نے

حافظ حامد علی کی تیز مزاجی کو نرمی سے بدل دیا تھا۔

حافظ حامد علی صاحب کا اپنا بیان

حافظ صاحب جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہربانیوں اور شفقتوں کا ذکر کرتے تو چشم پُر آب ہو جاتے۔ اور ایک قسم کی بیقراری ان کے تمام بدن پر مستولی ہو جاتی۔ فرماتے میں نے تو کبھی ایسا انسان دیکھا ہی نہیں۔ بلکہ زندگی بھر حضرت کے بعد کوئی انسان اخلاق کی اس شان کا نظر نہیں آتا تھا۔ مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت صاحب نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ میں بڑا ہی سست تھا۔ اور اکثر آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا۔ بااین سفر میں ہمیشہ مجھے ساتھ رکھتے۔

ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ حافظ صاحب کو کچھ لفافے اور کارڈ آپنے دیئے کہ ڈاک خانہ میں ڈال دو۔ بعض ان میں رجسٹرڈ بھی تھے۔ حافظ صاحب کا حافظہ کچھ ایسا ہی تھا۔ اور علاوہ بریں کاموں کی کثرت وہ کسی اور کام میں مصروف ہو گئے۔ اور خطوط کو ڈاک میں ڈالنا بھول گئے۔ رفتہ رفتہ وہ کارڈ اور لفافے بھی کہیں گر گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جو ان ایام میں بچہ ہی تھے۔ کچھ کارڈ اور لفافے لیکر دوڑتے ہوئے آئے کہ

ابا ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے خط نکالے ہیں

آپنے دیکھا تو وہی خطوط تھے جن میں سے بعض رجسٹرڈ خط تھے۔ اور آپ ان کے جواب کے منتظر تھے۔ حافظ حامد علی صاحب کو بلوایا گیا۔ اور خط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا ہی کہا کہ

حامد علی! تمھیں نسیان بہت ہو گیا ہے۔ ذرا فکر سے کام کیا کرو۔

اللہ! اللہ! کیا حلم۔ رفق اور شفقت ہے۔ ضروری اور نہایت ضروری خط جن میں سے بعض رجسٹرڈ ہیں۔ اور ان کے جواب کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ مگر وہ خادم کی غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور بجائے ڈاک میں جانے کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں چلے جاتے ہیں۔ اور اسپر خادم سے کوئی باز پرس نہیں کی جاتی۔ اور کوئی سزا اور تنبیہ نہیں کی جاتی۔ یہ سکینت اور یہ ضبط نفس خدا کے نبیوں کے سوا دوسروں کو نہیں دیا جاتا۔ کوئی دنیا دار ہوتا تو خدا جانے غضب سے مشتعل ہو کر وہ کیا کرتا۔ ایک آفت برپا ہو جاتی۔ اور گھر کو سر پر اٹھا لیا جاتا۔

غرض حافظ صاحب حضرت کی صحبت میں رہ کر خود اکسیر بن گئے۔ جو کام ان کے سپرد تھے انھوں نے ان میں بہت سی خوبیاں اور کمالات پیدا کر دیئے۔

مثلاً اکرام ضیف۔ ہمدردی و مواسات
دیانت و امانت۔ ہوشیاری
و بیداری مستقل مزاجی
خاکساری و انکساری
وغیرہ وغیرہ۔

(باقی آئندہ)

مکتوبات احمدیہ

حضرت نواب علی محمد خان صاحب آف جھجر کے نام

نواب علی محمد خان صاحب جھجر کے رئیس تھے۔ ایام غدر کے بعد ان کے خاندان پر بڑے مصائب نازل ہوئے۔ اور ترک وطن کر کے وہ لودہانہ قیام کرنے پر مجبور ہوئے نہایت نیک طبع۔ متقی اور عابد۔ بزرگ تھے۔ میں نے جب ان کو دیکھا ہے تو بڈھے تھے۔ مگر ہر وقت ذکر الٰہی اور تسبیح و تحمید کرتے رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اُن کو بہت محبت اور عقیدت تھی۔ جب حضرت اقدس لودہانہ تشریف لے جاتے تو سٹیشن پر استقبال کے لئے حاضر ہوتے یہ خطوط حضرت کے ان کے ہی نام ہیں۔ نواب صاحب کا تفصیلی تذکرہ اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کے ضمن میں انشاء اللہ آئے گا۔

جو خطوط میں آج دے رہا ہوں۔ ان میں مکتوب نمبر ۲ کا پہلا حصہ میر عباس علی صاحب لودہانوی کے نام بطور ایک نوٹ ہے۔ اس کا ذکر اسلئے ضروری ہے۔ کہ قارئین کرام کو بے ربطہ نہ معلوم ہو۔ (عرفانی)

مخدومی مکرمی عنایت فرمائے ایں عاجز نواب صاحب علی محمد خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد ہذا اس عاجز نے ماہ صفر ۱۳۰۰ھ میں آپ کے حق میں بہت دعائیں کیں۔ اور میں امید نہیں رکھتا کہ کوئی گدا حضرت کریم سے اس قدر دعائیں کر کے بھی محروم رہے۔ سو اگرچہ تعین نہیں ہوگی۔ مگر امید واثق ہے کہ خداوند کریم آپ کے حال پر جس طرح چاہے گا کسی وقت رحم کرے گا۔ وھو ارحم الراحمین۔

میں نے قریب صبح کے کشف کے عالم میں دیکھا کہ ایک کاغذ میرے سامنے پیش کیا گیا اس پر لکھا ہے کہ ایک ارادت مند لدھیانہ میں ہے۔ پھر اس کے مکان کا مجھے پتہ بتایا گیا۔ جو مجھے یاد نہیں۔ اور پھر اس کی ارادت اور قوت ایمانی کی یہ تعریف اسی کاغذ میں لکھی ہوئی دکھائی اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء مجھے معلوم نہیں۔ مجھے معلوم نہیں وہ کون شخص ہے۔ مگر مجھے شک پڑتا ہے کہ شاید خداوند کریم آپ ہی میں وہ حالت پیدا کرے یا کسی اور میں واللہ اعلم بالصواب۔ اپنی خیر و عافیت سے اطلاع بخشیں۔ والسلام

الراقم عاجز غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(مورخہ ۱۸؍ جنوری ۱۸۸۳ء)

②

نواب صاحب کے بارے میں جو آپ نے دریافت فرمایا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ نواب صاحب کے لئے یہ عاجز ایک مدت تک بہت تضرع سے دعا کرتا رہا ہے۔ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ نواب صاحب کی حالت غم سے خوشی کی طرف مبدل ہو گئی ہے۔ اور آسودہ حال اور شکر گذار ہیں۔ اور نہایت عمدگی اور صفائی سے یہ خواب آئی۔ اور یہ خواب بطور کشف تھی۔ چنانچہ اسی صبح نواب صاحب کو اس خواب کی اطلاع دیگئی۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب الٰہی بخش نام اکونٹنٹ نے جو اس کتاب کے معاون ہیں کسی اپنی مشکل میں دعا کے لئے درخواست کی۔ اور بطور خدمت پچاس روپے بھیجے۔ اور جس روز خواب آئی۔ اس دن سے دو چار دن پہلے ان کی طرف سے دعا کے لئے الحاح ہو چکی تھی۔ دیگر یہ عاجز نواب صاحب کے لئے مشغول تھا۔ اس لئے ان کے لئے دعا کرنے کو کسی اور وقت پر موقوف رکھا۔ جس روز نواب صاحب کے لئے بشارت دیکھی گئی۔ تو اس دن خیال آیا کہ آج منشی الٰہی بخش کے لئے بھی توجہ سے دعا کریں۔ سو بعد نماز عصر وقت صفا پایا۔ اور دعا کا ارادہ کیا گیا۔ تو پھر بھی دل نے یہی چاہا کہ اس دعا میں نواب صاحب کو بھی شامل کر لیا جائے۔ سو اسوقت نواب صاحب اور منشی الٰہی بخش دونوں کے لئے دعا کی گئی۔ بعد دعا اسی جگہ الہام ہوا کہ **ننجیھما من الغم** یعنی ہم ان دونوں کو غم سے نجات دینگے۔ چونکہ یہ عاجز اسی دن صبح کیوقت نواب صاحب کی خدمت میں خط روانہ کر چکا تھا۔ اور بذریعہ رویائے صادقہ نواب صاحب کو بہت تسلی دی گئی تھی۔ اسی لئے اسی خط پر کفایت کی گئی۔ اور منشی الٰہی بخش کو اس الہام سے اطلاع دیگئی۔ اور بروقت صدور اس الہام کے چند نمازی موجود تھے۔ اور اتفاقاً دو ہندو ملاوامل اور شرمپت نامی بھی کہ جو اکثر آیا جایا کرتے ہیں عین اسوقت پر موجود تھے۔ ان کو بھی اسی وقت اطلاع دیگئی اور کئی مہمان آئے ہوئے تھے۔ ان کو بھی خبر دیگئی۔ پھر چند روز کے بعد نواب صاحب کا خط آ گیا۔ کہ سرائے کا کام جاری ہو گیا ہے۔ سو چونکہ یہ دعا اسی کام کے لئے کی گئی تھی۔ پھر اطلاع دینا فضول سمجھا گیا۔ مگر خداوند کریم کا بڑا شکر ہے کہ مجمع کثیر میں یہ الہام ہوا۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ عین الہام کے صدور کیوقت دو ہندو موجود تھے۔ جن کو اسی وقت مفصل بتایا گیا۔ اور دوسرے نمازیوں کو بھی خبر دیگئی۔ اور منشی الٰہی بخش کو بھی لکھا گیا۔

نواب علی محمد صاحب کی ارادت اور محبت اور دلی توجہ اور اخلاص قابل تعریف ہے۔ خدا تعالےٰ ان کو ہر غم سے خلاصی بخشے۔ اور حسن عافیت عطا فرمائے۔ آپ نواب صاحب کو بھی اطلاع دیں۔ کہ مالیر کوٹلہ سے نواب ابراہیم علی خان صاحب والئے مالیر کوٹلہ کے ایک سررشتہ دار کا خط آیا ہے کہ وہ مبلغ پچاس روپے بطور امداد بھیجیں گے مگر ابھی نہیں آئے۔

(۳) مخدومی مکرمی حضرت والا شان نواب صاحب بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد ہذا والا نامہ آنحضرت عین انتظار میں اس احقر العباد کو پہنچا۔ خداوند کریم کے لطف و احسان کا شکریہ ادا کیا جاوے۔ جس نے اس ناچیز کی دعا کو قبول فرمایا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ آن مخدوم کا منی آرڈر بھی پہنچ گیا جزاکم اللہ احسن الجزا و احسن الیکم فی الدنیا والآخرۃ۔ آں مخدوم نے اپنے دلی اعتقاد سے بہت کچھ مدد فرمائی خدا تعالیٰ آپ کو خوش و خورم رکھے۔ اور آپ کی عمر و عزت اور عافیت میں برکت اور ترقی بخشے۔ حضرت خداوند کریم کی قبولیت کی ایک یہ نشانی ہے کہ بعض اوقات آپ کی ترقیات کی مجھ کو وہ خبر دیتا رہتا ہے۔ اور پرسوں کے دن بھی ایک عجیب بات ہوئی کہ ابھی آنمخدوم کا منی آرڈر نہیں پہنچا تھا۔ اور نہ خط پہنچا تھا کہ ایک منی آرڈر آپکی طرف سے بہ رنگ زرد مجھ کو حالت کشفی میں دکھایا گیا۔ اور پھر آنمخدوم کے خط سے اس عاجز کو بذریعہ الہام اطلاع دی گئی۔ اور آپ کے مافی الضمیر اور خط کے مضمون سے مطلع کیا گیا جس میں بہ پیرایہ الہامی عبارت بطور حکایت آں مخدوم کی طرف سے تھا۔ میرے خیال میں یہ آپ ہی کی توجہ کا اثر ہے۔ چنانچہ یہ خط کا مضمون اور مافی الضمیر کا منشا تین ہندوؤں اور بہت سے مسلمانوں کو بھی بتلایا گیا۔ اور زاں بعد آپ کا منی آرڈر اور خط بھی آ گیا۔ سو حضرت خداوند کریم کا پیش از وقوع آپکے نام اور آپکے منی آرڈر اور آپکے خط اور آپکے مضمون خط اور آپکے مافی الضمیر سے مطلع فرمانا اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت ارحم الراحمین کی آپکے حال پر رحمت شامل ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ آں مخدوم کے لئے یہ عاجز دعا کرے گا۔ اور آپکے دلی اعتقاد اور ربط بھی قائم مقام دعا کا ہی ہو رہا ہے۔ اور دلی دعا اور ربط کو خاص مدعا میں بہت دخل ہے اور جس سے دلی ربط اور توجہ ہو اگرچہ اس حق میں کسی وقت دعا نہ کرے۔ تب بھی اثر ہو جاتا ہے مجھ کو یاد ہے اور شاید عرصہ تین ماہ یا کچھ کم و بیش ہوا ہے کہ اس عاجز کے فرزند نے ایک خط لکھ کر مجھ کو بھیجا کہ جو میں نے امتحان تحصیلداری کا دیا ہے اس کی نسبت دعا کریں کہ پاس ہو جائے اور بہت کچھ انکسار اور تذلل ظاہر کیا کہ ضرور ہی دعا کریں۔ مجھ کو وہ خط پڑھ کر بجائے دعا کے غصہ آیا کہ اس شخص کو دنیا کے بلوے میں کس قدر ہم و غم ہے۔ چنانچہ اس عاجز نے وہ خط پڑھتے ہی بتمامتر نفرت اور کراہت چاک کر دیا۔ اور دل میں کہا کہ دنیوی غرض اپنے مالک کے پیش کروں۔ اس خط کے چاک کرتے ہی الہام ہوا "پاس ہو جائے گا" وہ عجیب الہام بھی اکثر لوگوں کو بتایا گیا۔ چنانچہ وہ لڑکا پاس ہو گیا۔ فالحمد للہ۔ سو خداوند کریم کی عالی شان درگاہ میں نازک آداب ہیں جب کوئی عرض آداب کے مطابق صادر ہوتی ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور ربط محبت و اعتقاد کا ان معاملات میں بہت کچھ دخل ہے صاحب محبت اور ارادت کے بہت سے ایسے آفات اور مکروہات بباعث عین محبت دور کئے جاتے ہیں کہ جس کی اس کو خبر نہیں ہوتی۔ نواب صاحب مالیر کوٹلہ کا اب تک کچھ روپیہ نہیں آیا۔ مناسب ہے کہ آں مخدوم تاکیدی طور پر ان کو یاد دلائیں۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۱۱؍ مئی ۱۸۸۳ء

سلسلہ کے لئے دیکھو
الحکم ۱۴ فروری ۱۹۳۴ء
نمبر ۵ صفحہ ۶

نمبر (۲)

گذشتہ صحبتوں کی یاد

بشپ لاہور کو دعوت۔ اس کا انکار۔ پایونیر کی قبول چیلنج کے لئے ترغیب

منارۃ المسیح اور حضرت ام المومنین

”گذشتہ صحبتوں کی کے پہلے نمبر میں بشپ لیفرائے صاحب کے ان جلسوں کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے جو انھوں نے لاہور میں نبی معصوم اور زندہ رسول پر کئے۔ اس تقریب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پسند فرمایا کہ بشپ صاحب کو روحانی مقابلہ کے لئے بلایا جاوے۔ چنانچہ حضور نے بشپ لاہور سے ایک "سچے فیصلے کی درخواست" کے عنوان سے ایک اشتہار ۲۵؍ مئی سنہ ۱۹۰۰ء کو شائع کر دیا تھا۔ لیکن جب بشپ صاحب نے اس کا جواب کچھ نہ دیا تو جماعت کی طرف سے بشپ صاحب کو مطبوعہ چٹھی بھیجی گئی۔ وہ چٹھی نہایت غیرت دلانے والی تھی۔ اس چٹھی پر بشپ صاحب سے خط و کتابت کا مختصر سا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ چٹھی پایونیر اخبار میں شائع ہوئی۔ اور پایونیر نے بشپ صاحب کو مقابلہ کے لئے تحریک اور ترغیب بھی دلائی۔ مگر پہلوان حضرت رب الجلیل کے مقابلہ پر آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی خواہش تھی کہ یہ مقابلہ ہوتا کہ اس سے وہ بت مردم پرستی کا پاش پاش ہو جاوے جو انسان کی روحانی ترقیات کے لئے سخت روک ہے۔“ (عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو جوش تھا اس کا کسی قدر ذکر گذشتہ اشاعت میں ہو چکا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر اس سے کسی قدر پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہتے تھے کہ اگر یہ مقابلہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور جلال کے اظہار ہوگا ہو جاوے تو خیرات کریں اور صدقہ دیں۔ اس سے آپ کی فطرت کا پتہ لگتا ہے۔ کہ کسطرح پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور اظہار شان کے لئے آپ آرزوئیں کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ دنیا اس پیارے محبوب کی حقیقت سے آشنا ہو جاوے۔

انھیں ایام میں آپ کے دل میں ڈالا گیا کہ منارۃ المسیح تعمیر کیا جاوے۔ اسکے لئے پہلے مختلف جگہیں پیش ہوتی رہیں۔ حضرت مولانا حکیم الامت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان پیش کیا تھا کہ اس میں بنایا جاوے۔ لیکن حضرت کی خواہش تھی کہ مسجد میں بنایا جاوے۔ مگر مسجد کا احاطہ اس وقت بہت ہی چھوٹا تھا۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کے مزار کے بالکل قریب اس کے احاطہ کی دیوار تھی۔ باقی حصہ اگرچہ مسجد ہی کا تھا۔ مگر غیر آباد پڑے رہنے کے باعث وہ عام لوگوں کا گذرگاہ بنا ہوا تھا جب حضرت نے ارادہ فرمایا تو اس حصہ کو احاطہ مسجد میں شامل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ بعض ہندوؤں نے جو ہمیشہ سے مخالفت کے عادی تھے مخالفت کی۔ لیکن تائید الٰہی نے انھیں خجل اور شرمندہ کیا۔ وہ زمین مسجد کے ساتھ ملحق ہو گئی اور حضرت نے فرمایا کہ وہاں منارۃ المسیح تعمیر ہو۔ اسکے بعد اعلان کیا گیا۔ احباب نے اس میں حصہ لیا اور حضرت نے ایک سو مخلص دوستوں کے گروہ کو خاص گروہ کے نام سے ممتاز کر کے اعلان کیا کہ وہ ایک ایک سو روپیہ دے دیں۔ یہ باتیں اپنے اپنے مقام پر سیرۃ میں آئینگی۔ یہاں صرف ایک واقعہ کی تشریح کے لئے اسقدر لکھا ہے۔ حضرت ام المومنین علیہا السلام نے ایک ہزار چندہ اس غرض کے لئے لکھوایا اور اپنے مکان کی فروخت سے اسے پورا کرنے کا عزم فرمایا۔

یہ واقعہ سلسلہ عالیہ کی مستورات کے لئے خدمت دین کیلئے ایک اسوہ حسنہ ہے اور نیز یہ ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا آپکی ہر ایک تحریک اور کاموں کو حضرت ام المومنین کس طرح پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے اور اس کے لئے اپنے اموال کو خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں فرماتی ہیں۔ ان واقعات اور حالات کے متعلق حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ۲۰؍ جون سنہ ۱۹۰۰ء کو حضرت میر حامد شاہ صاحب کو ایک خط میں جو اطلاع دیتے ہیں۔ وہ ذیل میں درج ہے۔ یہ مختصر سا نوٹ کلید ہوگی۔ ان واقعات کو جاننے کیلئے جو اس میں آئیں گے۔ (عرفانی)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب (رضی اللہ عنہ) کا مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آپکا ملفوف پہنچا انشاء اللہ عصر کے وقت حضرت کی خدمت میں عرض ہوگا۔ بشپ کا یہ معاملہ خدا تعالیٰ نے بھی خاص نگاہ سے دیکھا ہے ۱۶؍ جون کے پایونیر میں ہمارا انگریزی مکتوب حرفاً حرفاً چھپا ہے اور ایڈیٹر نے اپنی طرف سے بہت عمدہ نوٹ دیا ہے اور بشپ صاحب کو ترغیب دی ہے کہ اس مقدس چیلنج کو ضرور قبول کرے۔ اور لکھا ہے کہ اب مسلمانوں کی نگاہیں بڑے شوق سے پادری صاحب کی طرف لگی ہوئی ہیں میں نے جب سے پایونیر پڑھا ہے اس قدر خوش ہو رہا ہوں کہ پھولا نہیں سماتا۔ یہ فقرہ اس امر کا سامان ہے کہ ہماری دعوت اسقدر کثرت سے اطراف عالم میں پھیل رہی ہے۔ پایونیر ایک متعصب کرسچین اخبار ہے اگر خدا تعالیٰ اس کے قلب میں القاء نہ کرتا تو وہ اس چٹھی کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتا۔

حضرت اقدس از حد خوش ہو رہے ہیں کہ جس روز اسکی منظوری کا خط بشپ صاحب کی طرف سے جواب آئیگا تو ہم بڑی نیاز دینگے۔ درحقیقت یہ جلسہ دنیا میں لانظیر ہوگا۔ ایک طرف مسیح موعودؑ اور دوسری طرف بطلان کا صنم عظیم۔ یقیناً وہ دن کسر صلیب کا دن ہوگا۔ آخر خدا تعالیٰ نے ایک دن لانا ہی اور وہ کفر بیبیوں سے آئیگا۔ ممکن ہے یہی اس کی تقریب ہو۔ شملہ میں اس نے وہی لیکچر اپنے شروع کر رکھے ہیں۔ جو لاہور میں دیئے تھے۔ شملہ کی جماعت کی طرف سے میرے بلانے کے لئے تاکیدی خط حضرت کے نام آیا تھا۔ مگر حضور اقدس نے فرمایا کہ ایک قدم بھی باہر رکھنا ہم درست نہیں سمجھتے۔ انگریزی چٹھی بکثرت ہم نے شملہ میں ارسال کر دی ہے۔

پرسوں حضرت کو سردرد ہوا۔ اسی اثناء میں ایک اشتہار کشفاً دکھایا گیا۔ اسمیں غزنویوں کا تذکرہ تھا۔ آخر ایک سطر میں تھوڑا سا لکھا ہوا یاد رہا "منہ کالے" پھر الہام ہوا "**شاهت الوجوہ**" منہ کالے ہو گئے۔ امید ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ وہ الہام پورا ہو

"کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے"

منارہ کے لئے زمین بفضل خدا ان کو مل گئی۔ حضرت اقدس کی توجہ ازبس اس طرف مبذول ہے۔ قوم کی طرف سے چندہ آ رہا ہے۔ مگر ازبس قلیل ہے۔ حضرت نے کل ایک تجویز کی۔ ایک سو آدمی جماعت میں سے ایسے منتخب کئے جاویں کہ ان کے نام جھٹ اشتہار دیا جاوے کہ سو سو روپیہ ارسال کریں۔ خواہ عورتوں کا زیور بیچکر۔ درحقیقت یہ تجویز نہایت عمدہ ہے۔ اور ایسی اپنی ضرورتوں میں قوم کا روپیہ کام نہ آئے تو پھر کب؟

بیوی صاحبہ نے ایک ہزار روپیہ چندہ منارہ میں لکھایا۔ دہلی میں ان کا ایک مکان ہے۔ اس کی فروخت کا حکم دیا ہے۔ وہ اس چندہ میں دیا جائے گا۔

غرض اس پاک اور عظیم الشان پیشگوئی کی تصدیق کے لئے ازبس جوش ہے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ جامع مسجد اموی دمشق میں سنہ ۷ھ میں منارہ بنایا گیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تصدیق کے لئے وہ آخر جلکر راکھ ہو گیا۔ پھر پیچھے بھی لاکھوں روپیہ لگا کر تیار کیا گیا تھا۔ مگر عرصہ آٹھ نو برس کا ہوا کہ پھر جل گیا۔ غیرت الٰہی نے غیر مستحق جگہ میں اسے قائم نہ رہنے دیا۔

یہ سب باتیں ایک وقت میں طالبان الٰہی کو مزہ دیں گی۔ اور ہم تلاش میں ہیں کہ جامع اموی دمشق کے جلنے کا واقعہ جس اخبار میں ہے وہ اخبار مل جائے ۔

(عبدالکریم)

قادیان میں یوم خلافت

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں مینے لکھا تھا کہ ۱۴ مارچ کے تاریخی دن کی یاد کو عملاً زندہ رکھنے کے لئے جلسے وغیرہ کئے جایا کریں۔ مجھے تو معلوم نہ تھا۔ مگر قادیان کی انجمن احمدیہ کے تبلیغی سکریٹری مہاشہ فضل حسین صاحب نے اس دن ایک بڑے جلسے کا اہتمام کیا۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ جلسہ بڑا کامیاب رہا۔ دو اجلاس ہوئے ایک بعد العصر دوسرا بعد المغرب۔

پہلے اجلاس کے صدر مولانا سید سرور شاہ صاحب تھے۔ اس اجلاس میں چودھری فتح محمد صاحب نے ضرورت خلافت پر ایک لمبی تقریر کی۔ اور ان کے بعد مکرم ڈاکٹر صادق نے برکات خلافت پر ایک دلنشین اور موثر مختصر سی تقریر فرمائی۔

مفتی صاحب کی تقریر حضرت مسیح موعود کی محبت و عشق میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور وہ کوئی تقریر اور ذکر حبیب کے بغیر نہیں کرتے

اس کے بعد خاکسار عرفانی باوجودیکہ طبی مشورہ اور ہدایت یہ تھی کہ میں ہرگز نہ بولوں۔ مگر مینے یہ سمجھ کر کہ ؎

سال دیگر را کہ داند حساب
تا کجا رفت آنکہ با ما بود یار

کیا معلوم اگلے یوم خلافت تک کیا ہوگا۔ اسلئے بھی کچھ کہنا ضروری سمجھا کہ میں اس کا محرک ہوں۔ مینے نہایت مختصر اور سادہ الفاظ میں جماعت کو توجہ دلائی کہ اسلام اور احمدیت عمل کا نام ہے۔ محض الفاظ اور قیل وقال نہیں۔ خلافت کے برکات اور فیوض سے سب سے اول قادیان کی جماعت حصہ لیتی ہے۔ اور وہ ہر روز مستفیض ہو رہی ہے۔ اس لئے اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ اسلئے میں جماعت قادیان کو ایک نہایت ضروری امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کی طبع و اشاعت کیلئے

قادیان ہی کی جماعت دو ہزار کاپیاں خریدلے

اور اگر ایک ہزار دوست دو دو جلدیں خریدلیں اور آئندہ دس ماہ کے اندر اس رقم کو باقاعدہ ماہواری اقساط میں پورا کردیں۔ تو یہ قرآن مجید کچھ بعید نہیں سالانہ جلسے تک طبع ہو کر شائع ہو جاوے۔ احباب نے اس تجویز کا ۴

۴ بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا۔ مجھے امید ہے کہ جلد ایک منظم جماعت اس کام کے لئے تیار ہو جاوے گی۔

مرد تو مرد قادیان کی احمدی خواتین میں بھی اس کے لئے ایک تحریک پیدا ہوگئی ہے۔ چنانچہ مخدومی مکرمی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے فوراً ہی کام شروع کردیا۔ اور سات خریدار پیدا کر لیئے۔ وہ دینی کاموں میں بڑی مستعدی سے کام لیتی ہیں۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہمارے دوستوں کو بہت جلد کام کرنا چاہیئے۔ تاکہ مجلس مشاورت تک یہ تعداد پوری ہو جاوے۔

یاد رفتگان

(از قاضی محمد یوسف صاحب احمدی پشاوری)

مکرمی قاضی صاحب نے اس عنوان سے ایک نظم ۱۹۱۹ء میں لکھی تھی۔ اپنے مضمون کے لحاظ سے وہ ہمیشہ تازہ ہے۔ اسلئے میں درج کرتا ہوں۔ (عرفانی۔)

آتا ہے یاد ہمکو گزرا ہوا زمانہ
احمد کا ہم میں ہونا وحی خدا کا آنا
وہ قادیاں کی بستی وہ تخت گاہ احمد
ماہ دسمبر آنا دارالاماں کا جانا
وہ شہ نشین مسجد وہ شمع بزم احمد
پروانہ وار اسپر عشاق گرتے آنا
وہ پیارا پیارا چہرہ وہ اسکی پیاری باتیں
اور چشم و گوش دونوں کا اس سے حظ اٹھانا
وہ مسجد مبارک اور وہ امام صافی
وہ شوق دل سے اس کا قرأت ہمیں سنانا
وہ حضرت مبارک جو تھا شبیہ احمد
وہ اسکا کم سنی میں کرنا ادا دوگانہ
وہ اسوۂ شہادت عبداللطیف کابل
وہ اس کا راہ حق میں سب کچھ پہ کھیل جانا
وہ ظالموں کا اسپر باران سنگ کرنا
وہ اسکی استقامت اسوقت پر دکھانا
احمد نبی پہ اپنی کا جاں تک نثار کرنا
عہد وفا کا اس کا آخر تلک نبھانا
وہ نور الدین اعظم وہ جانشین احمد
وہ اُس کا سوز دل سے قرآں ہمیں پڑھانا
وہ اس کے وعظ و خطبے وہ اسکے پاک لیکچر
وہ اسکا آپ بیتی ہر واقعہ سنانا
وہ اس کے پند وحدت اور اتحاد قومی
وہ اس کا تفرقہ کو ہر طرز سے ہٹانا
وہ سرکشوں کا اسکا حکمت سے تاڑ لینا
وہ ان کی سرکشی کو ہر رنگ سے دبانا
وہ اسکی چشم پوشی وہ اسکی دور بینی
کمزوریوں پہ ہمکو حکمت سے کوس جانا
والد سے بڑھ کے ناصح مادر سے زیادہ مشفق
استاد بن کے ان کا انساں ہمیں بنانا
انساں ہمیں بنانا مولی کی راہ دکھانا
احمد کی پیروی میں قرآن پر چلانا
وہ صوفی مصفی حامد سیالکوٹی
وہ درد دل سے اسکا اشعار اپنے گانا
وہ آنیوالا احمد اور اسکے ساتھ والے
یہ ہیں جو چلدیئے ہیں باقی کو اب ہے جانا
جو آج دیکھتے ہو کل وہ بھی پھر ہونگے
باقی رہیگا ان کے پیچھے فقط فسانہ
پہلے تو چلدیئے ہیں پچھلے ہیں جانیوالے
بلبل نے کل چمن میں گایا تھا یہ ترانا

یہ یاد رفتگاں ہے یوسف نے جو سنایا
تم درد دل سے سن لو اوروں کو بھی سنانا

انصار اللہ لائل پور کے
ریزولیوشن
کالی کٹ کے مظلوم احمدیوں کے متعلق

۱۔ انصار اللہ لائل پور کا یہ اجلاس کالی کٹ کے متعصب اور بے رحم غیر احمدیوں کے اس ظلم اور وحشیانہ سلوک کو جو کہ ایک احمدی بھائی کی وفات پر کیا گیا ہے نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور افسوس کرتا ہے کہ قلیل اور امن پسند احمدیوں کی امن پسندی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مقامی افسروں نے ان کی کوئی امداد نہیں کی۔

۲۔ گورنمنٹ سے درخواست کرتا ہے کہ احمدیوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ اور انہیں جائز حقوق سے روکنے والوں کے ساتھ مناسب کارروائی کرے۔

۳۔ ان قراردادوں کی نقول اخبار الفضل۔ اخبار الحکم اور چیف سکریٹری گورنر مدراس اور کلکٹر صاحب کالی کٹ کو روانہ کی جائیں۔

(شیخ محمد یوسف سکریٹری انصار اللہ لائل پور)

حیات احمد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوانح حیات کو خاکسار شائع کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور کی چالیس سالہ زندگی کے حالات پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ اب آپ کی زندگی کے دوسرے دور یعنی ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۹ء تک کے حالات شائع ہو رہے ہیں۔ چونکہ یہ تالیف ضخیم ہوگی۔ اسلئے سَو سَو صفحہ کے حصص میں شائع ہو رہی ہے۔ یہ دوسری جلد ہے جس کا پہلا نمبر گذشتہ سال شائع ہوا تھا۔ اب دوسرا نمبر جس میں ۱۸۸۳ء تک کے واقعات ہیں انشاء اللہ مجلس مشاورت تک شائع ہو جائے گی۔ حسب معمول اس حصہ کی قیمت بھی ایک روپیہ ہوگی۔ احباب چاہتے ہیں کہ جلد یہ تالیف مکمل ہو جائے۔ تو اس کے لئے کم از کم پانچ خریدار تو پورے ہو جاویں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا کہ یہ

ہر احمدی کے گھر میں ہونی چاہیئے

جو مستقل خریدار ہیں ان کی خدمت میں حسب معمول وی پی روانہ ہوگی (خاکسار عرفانی)

۲۶ مئی سنہ ۳۴ء کو الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ان عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابیوں کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں ۲۶ مئی کو الحکم کا خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ اس کی

پانچ ہزار کاپیوں کی اشاعت

کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ اس کے لئے میں صرف ۵۰ محبان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتا ہوں کہ وہ ایک ایک سو کاپی لے کر تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر الحکم کے ۴۸ صفحے پر شائع ہوگا۔ اس میں اول سے لے کر آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدسی سیرت اور کارناموں کا ذکر ہوگا سو کاپی کے خریدار کو ۱۲عہ فی سیکڑہ کے حساب سے دیا جائیگا۔ ایک کاپی کی قیمت ۳ر ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دے دینگے جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکے۔

اگر پانچہزار کاپی پوری نہ ہو سکی تو میں نہایت افسوس کے ساتھ اس کی اشاعت کو ملتوی کر دوں گا۔ اسلئے مارچ کے آخر تک اس تعداد کو پورا کر دیا جائے۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو (خاکسار عرفانی)

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہے۔ اور مجھے ہرگونہ یقین ہے کہ وہ اسکی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کرینگے۔ اگر وہ کسی وجہ سے خریدار نہ رہنا چاہیں۔ ازراہ کرم بواپسی ڈاک اطلاع دیں ایسا ہی چند دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا جاتا ہے۔ اگر وہ خریدار نہ ہونا چاہیں تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

الحکم کے اس دور میں چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ رہے میں جذبات آفرین الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف

یہ کہنا چاہتا ہوں

کہ الحکم کے احیاء و بقا میں حصہ لینا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

بازو کو قائم رکھنے

کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے۔

(عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی اب پانچویں جلد اب شائع ہو گئی ہے اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے — پہلے نمبر میں حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔ اور دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوبات ہیں۔

(اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہیگا جب تک کہ مکتوبات کا ذخیرہ ختم نہ ہو جاوے) اس جلد کے تیسرے نمبر میں چودھری رستم علی خان رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔ اور چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علیخان صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام مکتوبات ہیں۔

اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سردست

ایک روپیہ ہے

لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جائیگی تو **نصف قیمت** کر دیجائے گی۔

تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ احباب جلد منگوا لیں

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز سے لکھا گیا ہے

نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار۔ اور قوموں کے عروج و زوال کا نتیجہ لگے گا۔ کہ قعر ذلت سے نکل کر بام رفعت پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔

ہر مقام اور شہر جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔

مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

قیمت جلد اول دو روپے آٹھ آنے عہ

(علاوہ محصول ڈاک)

ملنے کا پتہ:- **مینیجر الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب**

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپا اور الحکم آفس واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)